جماعت کو ایسے صاحب اخلاق لوگوں کی ضرورت ہے جو ہر حال میں بنی نوع انسان کے لئے نرم گوشے رکھتے ہوں

(خطبہ جمعہ فرمودہ 28/ مارچ 1997ء بمقام مسجد فضل لندن)

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور انور نے درج ذیل آیات کریمہ کی تلاوت کی:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۖ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ ۚ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ ﴿۱۶۰﴾ اِنْ يَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ۚ وَاِنْ يَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِيْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْ بَعْدِهٖ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۶۱﴾ (آل عمران: 160، 161)

پھر فرمایا:

یہ آیات جو سورۃ آل عمران سے لی گئی ہیں نمبر 160 اور 161 آیات ہیں۔ یہ مجلس شوریٰ کے افتتاح کے موقع پر عموماً پڑھی جاتی ہیں اور ان کا شوریٰ سے ہی تعلق ہے۔ آج سے خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ جماعت احمدیہ پاکستان کی مجلس شوریٰ منعقد ہو رہی ہے جو تین دن تک جاری رہے گی ان کی یہ خواہش تھی کہ حسب سابق میں MTA کے ذریعے خود اس مجلس شوری کا افتتاح کروں۔ اگرچہ رسمی کارروائی کچھ کمیٹیاں بنانے کی اس سے پہلے شروع ہو چکی ہے اور گزشتہ سال بھی اسی طرح

ہوا تھا مگر باقاعدہ شوریٰ کا آغاز اس خطاب سے ہوتا ہے جس میں ہم اس وقت خدا تعالیٰ کے فضل سے صرف پاکستان ہی کے ساتھ شامل نہیں بلکہ دنیا کی سب جماعتوں کے ساتھ شامل ہیں۔

اس ضمن میں ایک یہ بات بھی سمجھانی ضروری ہے کہ اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے نظام شوریٰ اتنا پھیل چکا ہے اور مختلف ممالک میں مجالس شوریٰ قائم کی جا چکی ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہر سال ان کی مجالس جماعتی روایات کے مطابق بیٹھتی اور دعاؤں کے ساتھ شروع ہوتی، دعاؤں کے ساتھ ختم ہوتی ہیں لیکن میرے لئے اب یہ ممکن نہیں رہا کہ ہر مجلس شوریٰ میں اس طرح شامل ہوں جس طرح میں آج شامل ہو رہا ہوں۔ مطالبے آتے ہیں اور مطالبوں میں تو کوئی حرج نہیں، نیکی کی بات ہے، مگر یہ ممکن نہیں کہ ہر مجلس شوریٰ کو اسی طرح، اتنی ہی اہمیت دی جائے جتنی پاکستان میں ہونے والی مجلس شوریٰ کو ہے۔ اس کی اہمیت کے پیش نظر بعض دفعہ میں شامل ہو بھی سکتا ہوں اور ہو جایا کروں گا اگر خدا نے توفیق دی مگر اکثر صورتوں میں یہ ممکن نہیں ہوگا۔

پاکستان کی مجلس شوریٰ کو جو غیر معمولی فوقیت حاصل ہے یہ اللہ کا فضل ہے جس میں کسی کو کوئی اعتراض کی گنجائش نہیں۔ وہ جماعت احمدیہ کے تربیت یافتہ بزرگ جنہوں نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام سے تربیت پائی اور پھر ان کے بعد آنے والے تابعین جنہوں نے صحابہؓ سے سیکھا ان کو ایک اپنا الگ مقام اور ایک مرتبہ، ایک فضیلت حاصل ہے جس میں کسی حسد کا سوال نہیں۔ رشک کا بھی اسی حد تک سوال ہے کہ ان کے لئے دعائیں کی جائیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو مقام انہیں عطا فرمایا ہے اس کے حقوق ادا کرنے کی توفیق بخشے مگر ویسے لوگ، جیسا اجتماع ان لوگوں کا ہوتا ہے اور پھر ان کا جو اول تابعین سے تربیت پا کر ساتھ اکٹھے ہوئے ہیں دنیا میں دوسری جگہ ممکن ہی نہیں ہے۔ اس لئے جس گروہ کو خدا فضیلت دے دے کوئی اس سے فضیلت چھین نہیں سکتا، نہ اسے حق ہے کہ اس پر اعتراض کرے۔ تبھی حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کے متعلق بھی اور آپ کی بعثت ثانیہ کے متعلق بھی قرآن کا یہی بیان ہے ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ (الحدید:22) یہ تو اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے وہ دیتا ہے، جسے چاہے گا دے گا اور وہ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ہے اس کے بے انتہا فضل ہیں اس کے پاس۔

ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ میں حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کا عظیم مرتبہ بھی بیان ہو گیا۔

مگر دوسروں کے لئے یہ پیغام بھی ہے کہ جو خدا اتنا عظیم فضل فرما سکتا ہے ایک پر، وہ دوسرے پر بھی اور فضل فرما سکتا ہے اس لئے اللہ سے فضل چاہا کرو اور یہ نہ دیکھا کرو کہ فلاں کو فضل کیوں عطا کیا کیونکہ جس کو بھی خدا فضل عطا کرے اللہ کا کام ہے وہی بہتر جانتا ہے کہ کس کو کس حد تک فضل عطا کیا جائے گا۔ پس جماعت احمدیہ پاکستان کی شوریٰ کو اس وقت جو غیر معمولی فضل عطا ہے اس کی وجہ میں نے آپ کے سامنے بیان کر دی ہے اس لئے ہر سال ہونے والی مجالس شوری اسی خطاب کو اپنا خطاب بنالیا کریں اور یہ خطاب جو میں مجلس شوریٰ پاکستان سے کر رہا ہوں اس میں نصائح ہیں، ان سب کے لئے ہیں جو مختلف ممالک میں مجالس شوریٰ اس سال منعقد ہوں گی۔

ویسے مجالس شوریٰ سے تعلق میں جو خطبات ہیں ان کا تعلق کسی ایک سال سے نہیں بلکہ ہمیشہ رہنے والی دائمی ضرورتوں سے ہے۔ مگر اس پہلو سے حضرت مصلح موعودؓ کے خطبات بھی آج تک ہماری راہنمائی کرتے ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کے ارشادات اگرچہ مجلس شوریٰ اس طرح قائم نہیں تھی وہ بھی اب تک ہمارے لئے راہنما ہیں۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جس رنگ میں مشوروں کی بنیاد ڈالی وہ بھی ہمارے لئے راہنما اصول ہیں اور سب سے بڑھ کر قرآن کریم کا مجلس شوریٰ سے متعلق ہماری راہنمائی فرمانا جس کی آگے یہ سب مثالیں بنی ہیں جس کی متابعت میں یہ سارے مجلس شوریٰ کے طریق جاری ہوئے جن کی طرف میں نے اشارہ کیا ہے پس اس زمانے سے شروع کر کے پیچھے کی طرف میں چلا ہوں تو یہ ساری چیزیں آخر قرآن تک جا پہنچتی ہیں اور قرآن کا بہترین مطلب حضرت اقدس محمد ﷺ جانتے تھے۔

اس پہلو سے آج کی مجلس شوریٰ کے لئے جو میں نے چند نصائح کرنی ہیں ان کی بنیاد انہی آیات کریمہ پر ہے جو میں نے آپ کے سامنے تلاوت کی ہیں۔ فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ اس رحمت کی وجہ سے، اس خاص رحمت کی وجہ سے جو اللہ تعالیٰ نے تجھے عطا فرمائی لِنْتَ لَهُمْ تو ان کے لئے نرم ہو گیا، ان غلاموں اپنے ساتھیوں کے لئے نرم ہو گیا ہے اور اگر ایسا نہ ہوتا وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ اگر تو بدخو ہوتا اور غلیظ القلب، سخت دل والا ہوتا لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ وہ تیرے اردگرد سے چھوڑ کر تجھے چلے جاتے فَاعْفُ عَنْهُمْ پس ان سے عفو کا سلوک فرما وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ ان کے لئے بخشش طلب کرتا رہ وَشَاوِرْهُمْ

فِي الْأَمْرِ اور ان سے مشورے بھی کیا کر فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللهِ پس جب تو فیصلہ کرلے تو پھر توکل اللہ پر رکھنا ہے اِنَّ اللهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ یقیناً اللہ تعالیٰ توکل کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

ان آیات کی بارہا تلاوت بھی کی گئی اور ان سے روشنی لے کر بہت سے اہم مضامین بھی جماعت کے سامنے بیان کئے گئے مگر ہمیشہ جب ان کی دوبارہ تلاوت کی جاتی ہے تو کچھ اور بھی ایسے عقل ونظر کے گوشے ہیں جن پر یہ آیات خصوصیت سے روشنی ڈالتی ہیں۔ پس لازم نہیں کہ ہر دفعہ وہی بات دہرائی جائے اور نہ دہرائی جاسکتی ہے کیونکہ ہر موقع پر یہ آیت اپنا کوئی نہ کوئی پہلو نمایاں طور پر سامنے پیش کر دیتی ہے۔ اس پہلو سے آج اس آیت کریمہ کے تعلق میں میں یہ بات سامنے رکھنا چاہتا ہوں فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ ان دو آیات کو اکٹھا پڑھنے سے یہ جو خیال گزرتا ہے کہ تو نرم ہے اس لئے تیرے اردگرد اکٹھے ہیں اور ان کو اکٹھا رکھنے کے لئے تجھے نرم رہنا چاہئے یہ غلط تاثر ہے یہ مضمون نہیں ہے۔ مضمون یہ ہے کہ تیرا ان پر نرم ہونا ان کا بنیادی حق نہیں ہے کیونکہ ان میں بدخو بھی ہیں، ان میں بدکلام لوگ بھی ہیں جو تیرے اردگرد اکٹھے ہوئے ہیں ان میں ہر قسم کے انسان موجود ہیں لیکن یہ تیری رحمت ہے کہ تجھے سب دنیا کے لئے رحمت بنایا گیا ہے اور اس لئے کہ تو بنی نوع انسان میں سے ہر ایک کے لئے رحمت ہے ان میں ہر قسم کے لوگ شامل ہوں گے، ہر نوع کے لوگ شامل ہوں گے تجھے ان سب کے لئے رحمت بنایا جانا ثابت کرتا ہے کہ ایک ایسی عظیم فضیلت ہے جس کے نتیجے میں تو لازماً سب کے لئے نرم ہے۔ اپنے ہوں، غیر ہوں، دشمن ہوں، ان کے لئے بھی تو نرم ہے۔ پس تیرا نرم ہونا کسی ضرورت کے پیش نظر نہیں ہے، کسی حکمت عملی کے پیش نظر نہیں۔ یہ نتیجہ کہ نرم ہو حکمت عملی کی خاطر، اس لئے نکالنا غلط ہے کہ آخر پر تان توکل پہ توڑی گئی ہے کہ ان لوگوں پر تیرا سہارا نہیں ہے۔ تو ان کا ایسا ضرورت مند نہیں کہ تجھے چھوڑ کر چلے جائیں تو گویا تیرے سارے کام بگڑ جائیں گے۔ ایک ادنیٰ سا کام بھی تیرا نہیں بگڑے گا کیونکہ اللہ پر توکل ہے اور اللہ تیرے جیسے توکل کرنے والوں سے تو محبت کرتا ہے تجھے ضرورت کیا ہے کسی کی خوشامد کی، کسی کے سامنے جھکنے کی۔ پس جھکنا ایک احسان ہے، جھکنے کی غرض احسان ہے اور وہ احسان ایسا ہے جو طبیعت میں داخل فرما دیا گیا ہے اس کے سوا محمد رسول اللہ ﷺ کچھ کر

ہی نہیں سکتے تھے کیونکہ اللہ نے تمام دنیا کے لئے رحمت بنایا اور اس کے نتیجے میں دل ایسا نرم ہو گیا کہ دشمنوں کے لئے بھی وہ بے حد ملائم تھا تو اپنوں کے لئے رؤف ورحیم کیوں نہ بنتا۔

پس یہ خیال غلط ہے کہ اس وجہ سے تو نرم ہو کہ یہ لوگ تجھے چھوڑ نہ جائیں دوسری جگہ آیات اس بات کو خوب کھول رہی ہیں کہ سارے بھی چھوڑ جائیں تو ایک کوڑی کی بھی پرواہ نہیں۔ جس کا خدا سہارا ہو اس کو کسی اور پر انحصار کی ضرورت کیا ہے۔ مگر اس میں اشارۃً ان کے لئے ضرور نصیحت ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ کے مقام پر فائز نہیں ہیں اور جو بھی مقام ان کو ملتا ہے آپؐ کی غلامی سے ملتا ہے۔ پس اس پہلو سے ان کے لئے دو نصیحتیں ہیں ایک یہ کہ رحمۃ للعالمین کے غلام ہو تو پھر تمہیں بھی رحمت کا نمونہ دکھانا ہوگا اور یاد رکھنا کہ اگر دل کی سختی کے نتیجے میں یا کلام کی سختی کے نتیجے میں لوگ محمد رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ سکتے ہیں تو تم کس باغ کی مولی ہو، تمہاری کیا حیثیت ہے تمہیں لازماً چھوڑ کر چلے جائیں گے اس لئے یہاں احتیاط کے طور پر یہ نصیحت ہے نہ کہ انحصار کے طور پر۔

فرمایا محمد رسول اللہ ﷺ کے اخلاق سیکھو، توکل خدا پہ رکھو مگر غلامی محمد مصطفی ﷺ کی اختیار کرو اور اس نمونے پر چلو تو از خود تم لوگوں کے لئے جاذب نظر ہو جاؤ گے، جاذب قلب ونظر ہو جاؤ گے۔ ان کے دلوں کو بھی کھینچو گے ان کی نگاہوں کو بھی کھینچو گے اور شوریٰ کا تعلق مرکزیت سے ہے۔ پس مجلس شوریٰ میں جن خاص صفات کی ضرورت ہے اس کے قیام کے لئے اس سے وابستہ مفادات کو ہمیشگی دینے کے لئے یہ مضمون ان صفات کی طرف اشارہ فرما رہا ہے۔ پس اول تو وہی ہے کہ آنحضرت ﷺ ایک محسن انسانیت کے طور پر جو صفات رکھتے تھے ان کی بے اختیار جلوہ گری تھی جس نے دلوں کو کھینچا ہوا تھا مگر ہرگز مقصد یہ نہیں تھا کہ اگر میں نرم نہ ہوا تو لوگ بھاگ جائیں گے اگر یہ مقصد ہو تو پھر ایسے اخلاق کی کوئی بھی قیمت نہیں ہوا کرتی پھر ایسے اخلاق دنیا کی نظر سے چھپا نہیں کرتے اور دنیا لازماً حقیقت کو جان لیتی ہے۔

دیکھو آج کل جو ڈیما کریسی کا دور ہے الیکشنز ہوتے ہیں تو بڑے بڑے لوگ اپنے علاقے کے جب یہ چاہتے ہیں کہ لوگ ان کو ووٹ دیں تو کس طرح گر گر کر ان کے دروازے کھٹکھٹاتے، ان کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں، بڑا ہی حسن واحسان کا سلوک کرتے ہیں کہ ہم تو آپ کے خادم ہیں آپ کی خاطر مصیبت میں پڑے ہوئے ہیں، آپ ہمیں ووٹ دیں گے تو آپ کی خدمت کا موقع

ملے گا اور جب ایک دفعہ منتخب ہو جائیں تو درمیان میں دربان حائل، دروازے حائل، اونچے محل حائل اوران کو وقت ہی نہیں ملتا کہ ان غریبوں کے پاس دوبارہ جا کر ان کا شکریہ بھی ادا کرسکیں اوران کی ضرورتیں پوری کرنے کا تو کوئی تصور اکثر رکھتے ہی نہیں۔ پس ایسے وعدے جو ووٹ مانگنے کے لئے کئے جائیں ان کی کوئی بھی حقیقت نہیں، سب دنیا جانتی ہے ان کی کیا حقیقت ہے۔ وہی خدمت کرنے والا عوام کی خدمت کرتا ہے جو مزاجاً خدمت کرنے والا ہو اور یہ ایک پختہ قطعی حقیقت ہے جس میں کوئی تبدیلی نہیں۔ اس کو کوئی ووٹ دے یا نہ دے جس کے مزاج میں خدمت ہے وہ تو غریبانہ حالت میں بھی خدمت ہی کرتا رہتا ہے۔ بعض ایسے غریب بھی ہیں جن کو کچھ دینے کی توفیق نہیں وہ رستہ چلتے کی جو بھی خدمت ممکن ہے وہ کر دیتے ہیں، کسی کا سامان اٹھا کے چل پڑیں گے، کسی سے جھک کر کہیں گے کوئی ہمارے لائق خدمت ہو، کوئی ہم سے بھی کام لو تو خدمت کا مضمون کسی لالچ کے ساتھ متعلق نہیں ہے۔ جہاں حرص، لالچ، غرض داخل ہوئی وہاں خدمت غائب ہوگئی۔

پس یہ آیات ہمیں یہ سمجھا رہی ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ووٹ کی خاطر کبھی نرمی نہیں کی تھی فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ تو تو اللہ کی رحمت کی وجہ سے ان کے لئے نرم ہوا ہے تیرے تصور کے کسی گوشے میں بھی یہ بات نہیں کہ اگر میں نرم نہ ہوا تو یہ میرے مقصد میں مدد دینے کی بجائے مجھ سے دور ہٹ جائیں گے لیکن اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ تجھے ساری دنیا کو اکٹھا کرنے کے لئے خدا تعالیٰ نے بنایا تھا۔ پس اسی تقاضے کے پیش نظر جو عالمی تقاضا تھا تجھے حسن و احسان کی بھی ایسی صفات عطا کی گئیں کہ جس کی کوئی مثال دکھائی نہیں دیتی۔ پس یہ مضمون ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کو دل کی سختی زیب ہی نہیں دیتی تھی، آپ کے مقاصد سے اس کا دور کا بھی تعلق نہیں تھا اس لئے نہیں دی گئی۔ بدخلقی کا آپ کے مقاصد سے کوئی دور کا بھی تعلق نہیں تھا اس خلق کے سب سے اعلیٰ مقامات پر آپ کو فائز فرمایا گیا۔

اس مضمون کو سمجھ کر کہ ہرگز اخلاق کا تعلق غرض سے نہیں ہے اخلاق خواہ مذہبی ہوں خواہ دنیا کے ہوں، اگر ہیں تو ہوں گے، نہیں ہیں تو نہیں ہوں گے مگر اغراض سے اخلاق پیدا نہیں ہوا کرتے۔ اغراض سے اخلاق مر جایا کرتے ہیں۔ اگر آپ کسی کی خدمت کریں اور غرض کوئی احسان جتانا ہو یا زیرنگیں کرنا ہو یا فائدے اٹھانا ہو تو قرآن ایسی ساری خدمتوں کو رد کر دیتا ہے کہ ان کی کوئی حیثیت ہی

نہیں، ان کو خدمت کہنا ہی حماقت ہے۔ پس اس مضمون کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ فکر نہ کریں کہ اس مجلس شوریٰ کے لئے آپ کو کیسے اخلاق کی ضرورت ہے۔ ان اخلاق کی طرف توجہ دیں جو روزمرہ دلوں کو کھینچنے والے ہوں خواہ مجلس شوریٰ کے لئے آپ کو بلایا گیا ہو یا نہ بلایا گیا ہو کیونکہ آنحضرت ﷺ صرف مجالس شوریٰ میں تو جلوہ گر نہیں ہوا کرتے تھے۔ جو زندگی کا ایک ایسا حصہ تھا جو جدا ہو ہی نہیں سکتا تھا ہر حالت میں وہ اسی طرح جلوہ گر ہوئے ہیں۔

پس یہ وہ بنیادی پیغام ہے جسے مجالس شوریٰ میں شامل ہونے والے احمدی خوش نصیبوں کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے۔ ووٹ کی خاطر کبھی اخلاق نہیں بنانے۔ اگر یہ تاثر دے کر کہ تم منتخب ہونے کے حقدار ہو اور اہلیت رکھتے ہو، لوگوں سے چاپلوسی کی باتیں کرو گے، نرمی کی گفتگو کرو گے تو تمہارا حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کے اخلاق سے دور کا بھی تعلق نہیں۔ اس نتیجے میں اگر تم مجلس شوریٰ کے ممبر چنے جاؤ گے تو اس ممبر کی خدا کے نزدیک کوئی بھی حیثیت نہیں محض دکھاوے کے لئے آئے اور اپنا جلوہ دکھا کر واپس چلے جاؤ گے اور نہ تمہاری ذات کو کوئی فائدہ پہنچے گا، نہ جماعت کو کوئی فائدہ پہنچے گا۔ جماعت کو ایسے صاحب اخلاق لوگوں کی ضرورت ہے جو ہر حال میں بنی نوع انسان کے لئے نرم گوشے رکھتے ہوں اپنوں کے لئے بھی اور غیروں کے لئے بھی، بدکلامی ان کے قریب تک نہ آئے اور دل کی سختی سے ناآشنا ہوں۔ خوبصورت گفتگو، احسن کلام اور نرم دلی سے ہر طرف نگاہ کرنا ان کی فطرت ہو اور اگر یہ فطرت نہیں ہے تو اسے بنانے کی کوشش کرو یہ وہ دوسری ضروری بات ہے جس کی طرف توجہ دلانا ضروری ہے۔

بعض لوگ طبعاً سخت دل ہوتے ہیں اگر ایسا نہ ہوتا تو خدا تعالیٰ یہ نہ فرماتا وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ مگر ساتھ یہ فرمانا فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ اس بات کی طرف اشارہ کر رہا ہے کہ اگر طبیعتاً کوئی بچہ سخت بھی ہو تو اللہ کی رحمت اس کو نرم کر سکتی ہے۔ پس آنحضرت ﷺ کو تو پیدا ہی اسی طرح کیا گیا مگر وہ جو مزاج کی سختی رکھتے ہیں اگر وہ اللہ تعالیٰ کی طرف جھکیں اور آنحضرت ﷺ کی محبت اور پیار کی وجہ سے آپ جیسا بننا چاہیں یعنی اصل تو خدا ہی کی محبت ہے مگر جو نمونہ سامنے ہے وہ دکھائی دیتا ہے، وہ قریب کا نمونہ ہوتا ہے انسان ایسا بننے کی کوشش کرتا ہے ورنہ ہمیں کیا پتا لگتا ہے کہ اللہ کیسا ہے۔ اگر ہم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو خدا کی صفات دکھاتے ہوئے نہ دیکھتے تو ہمیں

اللہ کا حقیقی تصور پتا نہیں لگ سکتا تھا۔

جو دوسرے ذرائع ہیں وہ بھی ہیں مگر نسبتاً مدہم اور مخفی اور بعض ابہام رکھنے والے ہیں انسان دھوکے میں پڑ سکتا ہے انسان اپنی طبیعت پر اگر جانچے تو کئی دفعہ خدا کے تصور میں دھوکہ کھا جاتا ہے مگر نمونہ اس کو بنایا جاتا ہے جس کو دیکھ کر دھوکہ نہیں ہوسکتا۔ پس آنحضرت ﷺ کے نمونے کو دیکھ کر اگر ویسا بننا چاہو تو اللہ کی رحمت سے ایسا ہوسکتا ہے اس کے بغیر ممکن نہیں۔ پس اس کے لئے اگر توجہ ہے تو پھر دعائیں کرنی ہوں گی اور خدا کی طرف گریہ وزاری سے جھکنا ہوگا کیونکہ اخلاق محض کہنے سے نصیب نہیں ہو جایا کرتے۔ ہم نے تو بسا اوقات دیکھا ہے کہ جتنا چاہیں آپ کسی کو نصیحت کرلیں جو بدخلق اور طبعاً بدتمیز ہے اگر اس میں خدا کے سامنے عاجزی کی عادت نہیں ہے تو وہ کبھی بھی کسی کی بات نہیں مانے گا اس نے اسی طرح بدتمیزی کی حالت میں جان دینی ہے۔ مگر اگر خدا کا تقویٰ پیدا ہو جائے اور اللہ کی رحمت کی طرف توجہ پیدا ہو جائے تو ایسے شخص پر پھر رفتہ رفتہ نصیحت اثر دکھانے لگتی ہے اور بعض دفعہ ایسا وقت بھی آجاتا ہے کہ اس کی زندگی پر ایک زلزلہ طاری ہو جاتا ہے اچانک اس کے دل کے پتھر ٹوٹتے ہیں اور ان سے رحمت کے چشمے پھوٹ پڑتے ہیں پس یہ فطرت کا نظام ہے جو خدا نے پیدا فرمایا ہے۔

اس آیت سے یہ نصیحت پکڑیں کہ اگر اللہ ہی کی رحمت ہے جو محمدؐ رسول اللہ بناتی ہے تو اسی کی رحمت سے ہم پھر وہ فیض کیوں نہ پائیں جو محمد رسول اللہ ﷺ کو عطا ہوا تھا۔ پس وہ فیض پائیں دعاؤں کے ساتھ اور دعائیں وہ مقبول ہوتی ہیں جو حقیقت میں سچائی کے ساتھ کی جائیں۔ پس اگر کوئی بدخلق ہے اور اس کو احساس پیدا ہو گیا ہے کہ میں بدخلق ہوں اور مجھے اختیار نہیں ہے تو ایسا شخص ضرور دعاؤں کی طرف متوجہ ہوگا اور بعض ایسے مجھے لکھتے بھی ہیں۔ وہ کہتے ہیں ہم جب غصے کی حالت میں ہوتے ہیں ہمیں اپنے اوپر اختیار ہی نہیں رہتا، ہم بدتمیزیاں کرتے ہیں، اپنے بڑوں سے بھی بدتمیز ہو جاتے ہیں، اپنی بیویوں پہ بھی ظلم کر جاتے ہیں اگر شادی شدہ ہوں، اپنے گردوپیش کو اپنی سختی کا نشانہ بناتے ہیں اور بعد میں پچھتاتے ہیں کہ ہم نے کیوں ایسا کیا مگر اس وقت ہم مغلوب ہو جاتے ہیں۔

یہ جو صورت ہے اس میں دو قسم کے محرکات ہیں موجبات ہیں جن پر نظر رکھنی چاہئے ایک تو بیماری ہے اور یہاں جو بات ہو رہی ہے یہ طبعی بیماریوں کی بات نہیں ہو رہی مگر یہ بات یہاں سے

ضرور نکلتی ہے کہ بیمار بھی ہو تو اللہ کی رحمت کے تابع ہو اور اگر ویسے ماحول کی، بچپن کی سختی نے کسی انسان کو بدخلق بنا دیا ہو لمبے عرصے تک اس کے دبے ہوئے مجروح جذبات اسے آخر پھٹنے پر مجبور کر دیں اور پھر عادتاً وہ بدتمیز اور بدخلق ہو جائے تو ایسا شخص بھی اللہ کی رحمت کے تابع ہے اور یہ بھی ایک بیماری ہے دراصل۔ ایک جسمانی بیماری کے نتیجے میں بھی لوگ بدخلق ہو جایا کرتے ہیں ایک روحانی بیماری کے نتیجے میں بھی لوگ بدخلق ہو جایا کرتے ہیں۔

تو جماعت کو صرف مجلس شوریٰ کے منتخب نمائندوں کے لئے اخلاق کی ضرورت نہیں ہے فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ تمام وہ جو ہمارے گرد و پیش ہیں ان سب کے اوپر ہمارے جھکنے اور ان کے لئے نرم ہونے کی ہمیں ضرورت ہے کیونکہ ہم نے تو سب دنیا کو اکٹھا کرنا ہے اور ایک ہاتھ پر اکٹھا کرنا ہے اور اس کے لئے خدا تعالیٰ اگر محمد رسول اللہ ﷺ کو مخاطب کر کے کہتا ہے کہ تو سخت دل ہوتا تو یہ تجھے چھوڑ جاتے تو ہم کون ہوتے ہیں کہ سخت دلی کے باوجود ہم ان کو اپنی طرف بلائیں اور اس لئے بلائیں کہ آؤ تمہیں خدا سے ملاتے ہیں۔ دعوت الی اللہ ہو یا کوئی دوسرے کام ہوں احمدی کے اخلاق کا بلند ہونا اور بلند کیا جانا لازم ہے اس کے بغیر اس کی کوئی مجلس شوریٰ اس کے کام نہیں آئے گی۔

پس اس بنیادی مضمون کو پیش نظر رکھو اور اخلاق کی درستی کو لوگوں کو کھینچنے کی نیت کے ساتھ وابستہ پھر بھی نہ کرو۔ یہ جو دوسرا پہلو ہے یہ بہت ہی نازک اور اہم پہلو ہے اگر اس کو آپ نہیں سمجھیں گے تو آپ کے اخلاق کی درستی بے حقیقت اور بے معنی ہو جائے گی، اخلاق کی درستی اللہ کے تعلق سے ہے صرف۔ اللہ بدخلق کو پسند نہیں کرتا، اللہ تعالیٰ کا بدخلق سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ کوئی شخص کسی روحانی مرتبے پہ فائز نہیں ہو سکتا جب تک وہ پہلے بااخلاق انسان نہ ہو اور یہ وہ مسئلہ ہے جس کو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک سو سال پہلے یعنی 1896ء میں اپنی کتاب ''اسلامی اصول کی فلاسفی'' میں خوب کھول کھول کر بیان فرمایا، کوئی بھی شبہ باقی نہیں رہنے دیا۔ اس وہم میں مبتلا نہ ہو کہ تم بدخلق ہو اور خدا والے ہو، بااخلاق بننا لازم ہے۔ پہلے انسان بااخلاق بنتا ہے پھر اللہ تعالیٰ اس کو مراتب عطا کرتا ہے اس کے بغیر نہیں کیا کرتا۔

پس عہدہ جو ایک کوئی بھی عہدہ ہو اس عہدے کی حیثیت ہی کوئی نہیں اگر آپ بااخلاق نہیں

ہیں۔ با اخلاق ہیں تو اس عہدے کے اوپر فائز ہونے کے اہل ہیں۔ اگر اہل نہیں ہیں اور فائز ہو گئے ہیں تو آپ کے اوپر ایک وبال بن جائے گا یہ کیونکہ آپ اس کے حقوق ادا نہیں کر سکتے۔ پس اس پہلو سے تمام عالم کے احمدیوں کو ایسا ہونا چاہئے کہ ان میں سے جس کو بھی مجلس شوریٰ کے لئے منتخب کیا جائے وہ اہل ثابت ہوں۔ ایک یا دو کی بحث نہ رہے کہ وہ ہوں گے تو نمائندگی ہوگی تمام احمدیت کا عالم، تمام جہان مجلس شوریٰ کی اہلیت رکھنے والے اللہ تعالیٰ کے خدام سے اس طرح پر ہو جائے کہ جس کو بھی پکڑا جائے جس کو بھی دیکھا جائے وہ اہلیت والا ہو۔

یہ جو مضمون ہے کہ اخلاق کے ساتھ اہلیت کا تعلق ہے اسی کے سمجھنے کے نتیجے میں یہ بات سمجھ آتی ہے کہ ہر شخص مشورہ دینے کی اہلیت نہیں رکھتا۔ جب اللہ کسی کو پسند فرماتا ہے تو اہلیت کے سارے تقاضے پیش نظر رکھتا ہے، ان تقاضوں میں یہ جو چند اخلاق کی باتیں میں نے کی ہیں صرف یہی نہیں اور بھی بہت سی باتیں ہیں جن میں سے سب سے اہم بات یہ ہے کہ ہمیشہ خدا اس کے پیش نظر رہے، وہی مقصود ہو، اسی کو خوش کرنا اس کی زندگی کا اعلیٰ مقصد ہو جائے۔ جب ایسا شخص ہو جو خدا کے تابع ہو، اپنی مرضی کو اللہ کی مرضی کے تابع کر دے تو اس کی عقل چمکتی ہے اس میں جلاء پیدا ہوتی ہے۔

اور یہ ایک قطعی حقیقت ہے کہ کوئی شخص جو خدا تعالیٰ کی کامل ذات کے حوالے سے اپنے آپ کو جھکا کر اس کے تابع نہیں ہوتا اس کی عقل میں لازماً نقص رہ جاتا ہے کبھی وہ کوتاہ بین ہو جاتا ہے، وقتی تقاضوں کی خاطر اپنے دور کے مفادات کو قربان کر دیتا ہے کبھی وہ وقتی مفادات کی خاطر یا ملکی یا قومی، اپنے خاندانی مفادات کی خاطر دوسرے مفادات کو قربان کر دیتا ہے اور اس کے نتیجے میں فساد کا موجب بنتا ہے۔ پس دوسرا اہم معاملہ جو بہت سے معاملات میں سے ایک اہم معاملہ ہے یہ ہے کہ اخلاق کا تعلق تو بنی نوع انسان سے ہے اس کا درست ہونا ضروری ہے اس کے بغیر کوئی انسان مشورے کی اہلیت نہیں رکھتا مگر دینی امور میں اور بھی تقاضے ہیں اور ان تقاضوں میں سب سے بڑا تقاضا تقویٰ کا ہے یعنی انسانوں سے بھی اپنے معاملات درست کرنے والا ہو اور اللہ تعالیٰ سے بھی اپنے معاملات درست کرنے والا اور اس کا توکل خدا پر ہو، بنی نوع انسان پر نہ ہو۔

یہ سارے مضامین اس پہلی آیت میں بیان ہو گئے ہیں جو میں نے آپ کے سامنے ابھی پڑھی ہے فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ یہ اللہ کی رحمت ہی تجھ پر تھی جس کے نتیجے میں

تو ان لوگوں پر نرم ہو گیا اگر تو بدخو ہوتا، سخت دل ہوتا تو تیرے ارد گرد سے یہ چھوڑ کر تجھے چلے جاتے، نتیجہ کیا نکالا جا رہا ہے فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ ایسے لوگوں سے عفو کا سلوک کر کیونکہ جو لوگ تیرے گرد اکٹھے ہو رہے ہیں اخلاق کی وجہ سے ان کو اس وجہ سے بھی کچھ خطرات ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر محض اخلاق کی خاطر نہ کہ اعلیٰ مقاصد کی خاطر کوئی شخص کسی کے گرد اکٹھا ہوتا ہے تو اس کی وفا کا کوئی اعتبار ہی نہیں۔ جہاں اس سے نظر بدلے وہ اس کو بدخلقی کا نام دے کر چھوڑ کر جا سکتا ہے اور ایسے لوگوں کی مثالیں ہیں جن کے متعلق قرآن کریم فرماتا ہے جب تک تو ان لوگوں پر احسان کرتا رہے یہ تیرے گرد رہتے ہیں جب احسان کرنا چھوڑ دے مال کے معاملے میں اپنے ان فرائض کو پورا کرے جو خدا نے تجھ پر ڈالے ہیں تو جہاں تجھ سے مالی فائدہ نہ دیکھیں یہ تجھے چھوڑ کر چلے جاتے ہیں بلکہ بدتمیزی شروع کر دیتے ہیں۔ اعتراض شروع کر دیتے ہیں تو یہ وہ خطرات ہیں جن کی وجہ سے فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ کا حکم ہے۔

فرمایا یہ لوگ تیرے اخلاق کے محتاج تو ضرور ہیں مگر جیسا تو ان کا محتاج نہیں ہے مگر اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ایسا نظام بنایا ہے کہ ہر نبی کو مددگاروں کی ضرورت ہوتی ہے پس احتیاج اور بات ہے اور ضرورت اور بات ہے۔ احتیاج ان معنوں میں میں کہہ رہا ہوں کہ ان لوگوں پر بناء نہیں ہے۔ یہ نہ بھی ہوں تو خدا کے کام لازماً ہو کے رہیں گے، جب وہ ارادہ فرما لیتا ہے تو وہ ہو کر رہتے ہیں مگر جو قانون قدرت اس نے پیدا کیا ہے اس میں انسانوں کو انسانوں کی ضرورت پڑتی ہے۔ تو اس کا ایک علاج یہ بھی خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایسی قوموں کو بدل دیتا ہے اور یہ قرآن کریم بار بار بیان کر چکا ہے تو ان کے بدلے اور تجھے خدا دے گا جیسا کہ مرتدین کے حوالے سے خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایک مرتد ہوتا ہے تجھے اور کثرت سے دے گا جو زیادہ نیک دل ہوں جو زیادہ تمہارے ساتھ حسن سلوک کرنے والے ہوں، تمہارا خیال کرنے والے، تمہاری قدر کرنے والے ہوں ایسے لوگوں کی جماعتیں عطا کر دے گا تمہیں۔ پس یہ فرق ہے بناء اور ضرورت میں۔

آنحضرت ﷺ کو بحیثیت بشر کے نصرت کی ضرورت تھی اور یہ کہنا کہ آنحضرت ﷺ بغیر کسی انسان کی مدد کے محض اس لئے کہ اللہ نے آپ کو مقرر فرمایا ہے اور کامیاب کرنا ہے از خود کامیاب ہو جاتے اگر یہ مضمون سمجھا جائے تو دنیا میں کسی نبی کو کسی کی ضرورت نہیں اور پھر یہ کہنے کی کیا ضرورت تھی

مَنۡ اَنۡصَارِیۡۤ اِلَی اللّٰہِ (الصف: 15) کون ہے جو اللہ کے معاملے میں میرا مددگار ہوتا ہے۔ آنحضرت ﷺ کے انصار کا قرآن کریم میں ذکر کرنے کی کیا ضرورت تھی کس طرح لوگ ان کی مدد کے لئے اکٹھے ہوئے ہیں پس لفظ احتیاج جس کو میں نے بناء کے معنوں میں استعمال کیا ہے وہ اور بات ہے اور عام انسانی ضرورت اور بات ہے۔

پس یاد رکھیں کہ آنحضرت ﷺ کو کسی دوسرے فرد بشر کی اکیلی یا زیادہ کی ان معنوں میں احتیاج نہیں تھی کہ آپؐ کی بناء ان پر ہو وہ نہ ہوں تو آپؐ کے کام ختم ہو جائیں۔ ہاں بحیثیت انسان مدد کی ضرورت تھی کیونکہ صرف اللہ ہے جس کو اپنی اعلیٰ قدرتوں اور طاقتوں میں کسی دوسرے کی ان معنوں میں مدد کی ضرورت نہیں ہے کہ وہ اس پر بناء کر بیٹھے۔ پس اس کے باوجود اللہ بھی کچھ مدد مانگتا ہے اور یہ مضمون ہے جو خاص طور پر سمجھنے والا ہے کہ اللہ ہمیشہ اس وقت مدد مانگتا ہے جب نبیوں کو مدد دینی مقصود ہو ورنہ کبھی مدد نہ مانگتا۔ نظام ایسا بنا دیا ہے کہ نبی اکیلے کام نہیں کر سکتے جو ان کے سپرد ہے اس لئے تمام بنی نوع انسان کو حکم دیتا ہے کہ ان کے گرد اکٹھے ہو اور ان کی مدد کرو اور اسی کا نام اللہ کی مدد ہے۔ پس اس غلط فہمی میں مبتلا نہ ہوں کہ اللہ کہیں مدد بھی مانگتا ہے، اللہ محتاج نہیں ہے مگر نبیوں کی مدد کے لئے ہمیں متوجہ فرماتا ہے اور یہ بھی فرماتا ہے کہ اگر تم نہیں کرو گے تو خدا کو کوئی پرواہ نہیں اس کے کام نہیں رکیں گے، ایسی قومیں پیدا کر دے گا جو زیادہ محبت اور عشق اور فدائیت کے ساتھ میرے انبیاءؑ کی مدد کریں گے اور یہ کام ہو کر رہیں گے پس جن کاموں نے ہونا ہی ہونا ہے ان میں اگر کسی کو ملوث کیا جائے تو اس پر احسان ہوتا ہے نہ کہ برعکس۔ جو کام چلنا ہی چلنا ہے اس میں اگر آپ کا بھی ہاتھ لگا دیا جائے تو آپ پر احسان ہے، آپ سمجھیں کہ ہاں ہمیں بھی توفیق ملی اور احسان بھی ایسا کہ ہاتھ لگایا ہے کام نے ہونا ہی تھا مگر پھر اتنے اس کے مقابل پر احسانات شروع ہو گئے کہ ایک لامتناہی سلسلہ شروع ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے گویا اظہار تشکر ہو رہا ہے تم نے میرے نبی کی مدد کی اب ہم تمہاری نسلوں کی تقدیریں بدل دیں گے تمہارے مقدر جاگ اٹھیں گے اور نسلاً بعد نسلٍ تم پر ہم احسان کرتے چلے جائیں گے۔ تو یہ مدد دراصل بالآخر اپنی ہی مدد بنتی ہے مگر اس مدد لینے کی خاطر کبھی حسن سلوک نہیں کرنا، اس مدد لینے کی خاطر کبھی اپنی زبان کو نرم نہیں کرنا کیونکہ اگر جب مدد لینے کی خاطر کرو گے تو توکل ان کی طرف ہو جائے گا، خدا پر نہیں رہے گا۔ یہ وہ مضمون ہے جو یہ آیات کھول

کھول کر ہمارے سامنے رکھ رہی ہیں۔ چنانچہ دراصل تو ان کو تیری ضرورت ابھی بھی ہے تیرے گرد اکٹھے ہو گئے، تیرے مددگار بن گئے مگر ان کو توفیق ہی نہیں مل سکتی ان اعلیٰ تقاضوں کو پورا کرنے کی جو تیری مدد کے تقاضے ہیں۔ کمزوریاں ہیں اور کئی ایسی باتیں ہیں جن کے نتیجے میں ان کے لئے ٹھوکر کے سامان ہیں کئی بداخلاق لوگ ہیں اسی طرح آ گئے ہیں۔ فَاعْفُ عَنْهُمْ ان کے ساتھ صرف نظر فرما، گزارا کر ان کے ساتھ اور کئی چھوٹی موٹی باتیں جو تکلیف دہ ان کی طرف سے پیدا ہوتی رہتی ہیں تو عظمت اور حوصلے والا انسان ہے تو جہاں تک ہو سکتا ہے ان سے صرفِ نظر فرما لیکن ان معنوں میں صرفِ نظر نہ ہو کہ بے شک یہ برائیاں قائم رہیں۔ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ اللہ سے دعا مانگ، اس سے مغفرت طلب کر کہ اے اللہ ان کی برائیاں دور فرما دے اور ان سے بخشش کا سلوک فرما اور مشورہ ان سے مانگ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ لیکن فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللهِ مشورہ ان سے مانگ لیکن فیصلہ تو نے کرنا ہے کیونکہ جو بصیرت تجھے خدا نے عطا فرمائی ہے وہ **تعلق باللہ** کے سوا نصیب ہو ہی نہیں سکتی۔ پس مدد اس لئے نہیں ہے کہ اللہ مددگار نہیں ہے اور مشورہ اس لئے نہیں ہے کہ اللہ مشیر نہیں ہے، یہ دونوں ایک ہی قسم کے مضمون ہیں ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ دیکھ تو مدد مانگتا ہے تو انحصار تو ان پر نہیں ہے نا۔ تو مشورہ بھی مانگ ان کو اس میں بھی حصہ دے لیکن فیصلہ تو نے کرنا ہے کیونکہ تو خدا کی نظر سے دیکھتا ہے، تقویٰ کی نگاہ سے فیصلے کرتا ہے اور اس کے باوجود یہ مشورہ بے کار بھی نہیں کیونکہ انسانی پہلو سے جب ہزار یا لاکھ کا کام ایک نہیں کر سکتا تو ہزار یا لاکھ خدا مہیا کر دیتا ہے۔ اسی طرح ایک نبی کی سوچ بھی بہت سے ایسے امور پر حاوی نہیں ہوتی جو اس کے علم سے باہر ہیں تو یہ کہہ دینا کہ کلیۃً بے ضرورت ہے یہ بھی غلط ہے۔ مگر فرمایا کہ وہ سارے امور جو ان سب کے علم میں ہیں جن میں سے ہر بات تیرے علم میں نہیں جب وہ تیرے حضور پیش کر دیئے جائیں تو انہی باتوں سے فیصلہ کرنا تیرا کام ہے کیونکہ ان لوگوں کی عقلیں ایسی تیز نہیں ہیں، نہ یہ ایسے متقی ہیں کہ ہر فیصلے میں خدا کو پیش نظر رکھیں یعنی تیرے ہم مرتبہ نہیں ہیں اس معاملے میں۔

پس وہی Data یعنی وہ کوائف، وہ اعداد و شمار جن پر ایک انسان فیصلے کرتا ہے اگر ذہین ہو، اعلیٰ درجے کا ہو تو اس کا فیصلہ انہی کوائف پر ہمیشہ درست ہوگا ہمیشہ بہتر ہوگا۔ اس میں ڈیما کریسی یا

کثرت اعداد کا کوئی سوال نہیں ہے۔ اگر دماغوں کی کیفیت ایک جیسی ہو تو کروڑ بھی ہوں وہ وہی فیصلہ کریں گے۔ ایک دماغ کی کیفیت اعلیٰ درجے کی ہو تو وہ ان کروڑوں کے مقابل پر اگر اعداد و شمار ہوں گے تو وہ صحیح فیصلہ کرے گا اور اس کا فیصلہ غالب ہوگا، اعلیٰ درجے کا ہوگا، یہ مضمون ہے جو بیان ہوا ہے کہ ضرورت تو اور معنوں میں ہے تو سہی مگر ان معنوں میں نہیں کہ اگر ان سے مشورہ نہیں کرے گا تو خدا تعالیٰ تجھے صحیح فیصلوں کی توفیق ہی نہیں بخشے گا۔ مشورہ کرے گا تو بہت سی ایسی باتیں تیرے علم میں آجائیں گی جو عام حالات میں تیرے علم میں نہیں تھیں۔ ایک مضمون کے مختلف پہلو تیرے سامنے کھل جائیں گے پھر فیصلہ تیرا ہے پھر ان کا فیصلہ نہیں۔ جو کچھ انہوں نے کہنا ہے کہہ دیں، تیرے حضور حاضر کر دیں، پھر اگر ان کا فیصلہ وہی ہو جو تیرا ہے تو ان کے فیصلے کے طور پر اسے احسان سے قبول کر لیا کر۔ یہ بھی ایک حسن خلق کا وہی پہلو ہے جس سے ان آیات کا آغاز ہوا ہے۔ لِنْتَ لَهُمْ مراد یہ ہے کہ اگر آنحضرت ﷺ کا فیصلہ وہی ہو جو ان سب مشیروں کا فیصلہ تھا تو یہ کہہ کر قبول فرما لیا کر کہ ہم تمہارے مشورے کو منظور کرتے ہیں اور یہ احسان کے طور پر ہے فرض کے طور پر نہیں۔ جہاں تیرا فیصلہ الگ ہو وہاں تیرا فیصلہ چلے گا ان کے مشورے کام نہیں آئیں گے ان کی کوئی حقیقت نہیں ہوگی۔

اور یہی طرز عمل ہے حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ کا جو تمام عمر آپؐ نے اسی طرح اختیار فرمایا۔ مشورہ کیا ہر چھوٹے بڑے سے اور مشورے میں یہ بات پیش نظر رکھی کہ مشورے کی صلاحیت ہے تو اس سے مشورہ کیا جائے اور چونکہ ہر کام میں ہر شخص کو صلاحیت نہیں ہوتی اس لئے بعض مواقع پر بعض خاص لوگوں کو بلوایا، ان سے مشورہ کیا بعض کاموں پر کسی اور کو بلا لیا لیکن اس قسم کی مجلس شوریٰ جیسا کہ اب رواج ہے قانونی حساب سے اور باقاعدہ ڈیما کریسی کے طریق پر ووٹ کر کے یہ وہاں اس وقت رائج نہیں تھا۔ یہ وقت کے پھیلے ہوئے تقاضوں کے نتیجے میں بنا ہے مگر بنیادی چیز وہی ہے جو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی طرز شوریٰ تھی۔

اور یاد رکھیں کہ یہ مجلس شوریٰ جو آج منعقد ہو رہی ہے پاکستان میں یہ ایک ہی مجلس شوریٰ نہیں ہے جس پر خلیفہ وقت بنا کرتا ہے یا جس سے خلیفہ وقت فائدہ اٹھاتا ہے۔ آنحضرت ﷺ کا مشورہ شب و روز ہمیشہ جاری و ساری رہتا تھا، کوئی کام بھی آپ بغیر مشورے کے نہیں کیا کرتے تھے ہر مشورے کے بعد فیصلہ خود فرمایا کرتے تھے۔ یہی طریق اب بھی اسی طرح جاری ہے۔ آئے دن

روزانہ ضرورتیں پڑتی ہیں کبھی کسی کو بلا کر اس سے مشورہ کرنا پڑتا ہے کبھی کسی اور کو بلا کر اس سے مشورہ کرنا پڑتا ہے مگر خلیفہء وقت کوئی بھی فیصلہ بغیر مشورے کے نہیں کرتا مگر ہر روز مجلس شوریٰ کا انتخاب نہیں ہوتا نہ باقاعدہ رسمی طور پر کوئی اجلاس کی کارروائیاں ہوتی ہیں۔ پس آنحضرت ﷺ کا طریق اور سنت ہی ہے جو دراصل مجلس شوریٰ کے لئے راہنما ہے۔

پس یہ خیال بھی دل سے نکال دیں کہ گویا سال میں ہماری ایک ہی مجلس شوریٰ ہوتی ہے یہ مجلس شوریٰ ایک پہلو سے تربیت کی خاطر ہے ورنہ مجلس شوریٰ کا عمل جاری و ساری ہے، مسلسل ہے اور صرف ایک ملک سے تعلق نہیں رکھتی یہ مجلس شوریٰ تمام دنیا کے ممالک سے تعلق رکھتی ہے کئی دفعہ بعض مسائل میں انسان کو خط لکھنا پڑتا ہے جاپان، کبھی چین، کبھی امریکہ، کبھی افریقہ کو یہ مسئلہ ہے بتاؤ اس سلسلے میں کیا مشورہ ہے کیا ہونا چاہئے اور چونکہ وہ ملک وہ لوگ موزوں تر ہوتے ہیں مشورے دینے میں جن کی طرف توجہ کی جاتی ہے اس لئے ان کے مشورے بہت اچھے ملتے ہیں۔ پھر ہر ملک کے مسائل کا تعلق کسی سال کے ایک وقت سے تو نہیں ہے آئے دن روزانہ ڈاک میں وہ راہنمائی طلب کرتے ہیں اور میں پھر ان سے مشورے مانگتا ہوں کہ پہلے اپنا تو بتاؤ کہ تمہاری کیا نیت ہے کیا سمجھتے ہو وہ سب کچھ جب میز پر رکھ دیتے ہیں جیسے انگریزی میں کہتے ہیں At the table۔ جب وہ میز پر سب رکھ دیتے ہیں تو پھر میری طرف دیکھتے ہیں کہ جو کچھ ہمارے علم میں تھا ہم نے پیش کر دیا اب بتائیں کیا فیصلہ ہے۔ اس کے نتیجے میں ایک اور بڑی عظیم برکت جماعت کو ملتی ہے وہ وحدت کی اور توحید کی برکت ہے یک جہتی کی برکت ہے ہر ملک کے فیصلے الگ الگ نہیں ہوتے الگ الگ ہونے کے باوجود ان میں ایسی یکسانیت پائی جاتی ہے ایسی یک جہتی پائی جاتی ہے جو ایک مرکزی جماعت کے بغیر ہو سکتی ہی نہیں۔ اگر یہ نہ ہوتا تو ساری دنیا میں جماعت کی طرز عمل مختلف ہو جاتی اور ہر ملک کی سوچ کے مطابق ایک علیحدہ سانچہ بنایا جاتا جس میں وہ جماعت ڈھلتی جو کسی ملک سے تعلق رکھتی ہو اب باوجود قومی تفریق کے، باوجود انفرادی فرق ہونے کے جو ہر فرد میں بھی واقع ہے اور قومی فرق ہونے کے باوجود جو ہر قوم میں واقع ہے جماعت احمدیہ کی وحدت بالکل ان سے متاثر نہیں ہوتی۔ یہ ایک ایسا عظیم الشان اعجاز ہے جو صاحب نظر کے لئے اکیلا ہی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی صداقت کو ثابت کرنے کے لئے کافی ہے۔

تمام دنیا میں احمدیت کا مزاج ایک بن رہا ہے اور اس مزاج میں نہ رنگ ونسل کا کوئی اثر ہے نہ شخصیت کا کوئی فرق ہے، وہ ایک احمدی مزاج ہے جو تقویٰ کے گرد ڈھل رہا ہے اور وحدت کے گرد ڈھل رہا ہے اس میں یکسانیت پیدا ہو رہی ہے اس میں اجتماعیت پیدا ہو رہی ہے اور اس اجتماعیت کو پیدا کرنے کے لئے جو وقت کے نئے تقاضے پیدا ہوئے جو ہماری طاقت سے باہر تھے اللہ تعالیٰ نے اب MTA کے ذریعے وہ حل فرما دیئے اور آئندہ جب یہ ضرورتیں اور بڑھیں گی تو خدا اور نظام جاری فرمادے گا کیونکہ صرف یہی تو نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے علم اور قدرت میں ہے آئندہ زمانوں میں خدا تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ کس قسم کی ضرورتیں درپیش آئیں، کس طرح روبرو، آمنے سامنے، جگہ جگہ مشوروں کی ضرورتیں پیش آئیں تو اللہ تعالیٰ کی قدرت نے جس نے یہ انعام ہمیں دیا ہے وہ انعام بھی عطا فرمائے گا اور جماعت احمدیہ کی آئندہ کی تمام ضرورتیں اللہ تعالیٰ اپنی طرف سے پوری فرمائے گا۔

جب اس یقین تک پہنچتے ہیں تو فَتَوَكَّلْ عَلَى اللهِ کا مضمون سمجھ آ جاتا ہے، ساری کوششیں کرو مشورے کرو، فیصلہ تو نے کرنا ہے اور جب تو فیصلہ کرے گا تو چونکہ خدا کی خاطر کرے گا اس لئے فرمایا فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللهِ اگر ان کی خاطر کرتا تو ان پر توکل کرنا چاہئے کہ ان پہ کیا توکل ہوگا نرم بات کریں تو آ گئے ذرا مزاج کی سختی ہوئی تو بھاگ گئے۔ بعض تو چہرے پڑھ کے ایسی غلط غلط باتیں نکال لیتے ہیں کہ آدمی حیران رہ جاتا ہے۔ ایک انسان بے چارہ اپنی سوچوں میں پڑا ہوا ہے، اپنی مصیبتوں میں مبتلا ہے، کوئی آئے، دیکھے کہ یہ اس نے تو آج ہم سے بدسلوکی کا سلوک کیا آنکھ پھیر لی اور وہ اسی طرح واپس چلا جاتا ہے یہ اثر لے کر کہ اس نے ہمیں چھوڑ دیا ہے مگر اللہ تعالیٰ دلوں کو جانتا ہے اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ کوئی شخص کیوں کسی سے کیا سلوک فرما رہا ہے۔

اس لئے عزم تو کرنا ہے لیکن توکل ان پر نہیں کرنا، یہ تو الگ سوچیں لے کے آنے والے لوگ ہیں تیرے فیصلوں سے بے وجہ ناخوش بھی ہو سکتے ہیں ان پہ کیا توکل کرے گا تو۔ تو نے خدا کی خاطر فیصلہ کیا ہے خدا پر توکل کر اور فرمایا: فَتَوَكَّلْ عَلَى اللهِ ؕ اِنَّ اللهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ یہاں آنحضرت ﷺ کے توکل کی وجہ کو نمونہ بنا کر یہ بتایا ہے کہ یہ توکل کرنے والا، ایسا توکل کرتا ہے کہ اللہ کے لئے اس سے محبت کے سوا کچھ اور چارہ ہی نہیں رہتا۔ جو اللہ پر ایسا توکل کرے کہ ہر دوسرے تقاضے کو بھلا دے اور توحید کامل کا نمونہ بن جائے، موحد کامل ہو جائے اور توحید کامل کا زندہ

نمونہ بن جائے، ایسا شخص جب خدا پر توکل کرتا ہے تو اس کے سوا ہو کیا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرے۔

مگر یہ کہنے کی بجائے کہ تو توکل کر اللہ تجھ سے محبت کرے گا فرمایا ہے اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُتَوَکِّلِیْنَ اس میں ہم سب کے لئے پیغام ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سے بھی وہی توقع رکھتا ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ سے توکل کے انداز سیکھ کر متوکل بن جائیں کیونکہ ایک متوکل خدا کو نہیں چاہئے اور صرف ایک سے محبت کا وعدہ نہیں فرمایا اللہ تعالیٰ کو کثرت سے توکل کرنے والے چاہئیں اور وہ ہر ایک کو یہ خوش خبری دیتا ہے کہ تم متوکل بنو گے تو تم سے بھی خدا تعالیٰ محبت کرے گا۔ تو دیکھو یہ مجلس شوریٰ کا مضمون کہاں سے شروع ہو کر کہاں جا پہنچا ہے۔ ابھی ایک ہی آیت ہے جو میں آپ کے سامنے بیان کر رہا ہوں اور خدا تعالیٰ نے اس میں دیکھیں کیسی وسعتیں پیدا فرمائی ہیں کیسی کیسی عظیم نصیحتیں ہمارے لئے رکھ دی ہیں۔

پس مجلس شوریٰ میں آپ سب اکٹھے ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ آپ کا اکٹھا ہونا مبارک فرمائے جن حالات میں پابندیوں کے ساتھ آپ مجلس شوریٰ کے تقاضے پورے کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی ان پر نظر ہے اور توکل کا یہ مضمون بھی پیش نظر رکھیں کہ دعا کریں تو خدا تعالیٰ ان سب روکوں کو دور فرما دے گا اور وہ خدا جس نے دور بیٹھے ہمیں اکٹھا کر دیا ہے وہ اکٹھا کر کے بھی اکٹھا کر سکتا ہے کہ ان گنت انداز ہیں رحمت کے۔ پس اس کی رحمت پر توکل کریں اسی سے دعائیں مانگیں اور اسی کے لئے جھکیں۔ اپنے اخلاق کی حفاظت کریں عارضی طور پر نہیں کسی خاص مقصد کے لئے نہیں بلکہ مستقلاً اپنے اخلاق کو آنحضرت ﷺ کے اخلاق کے تابع کر لیں پھر خدا پر توکل کر کے دیکھیں کہ کس طرح خدا تعالیٰ آپ کے توکل کے نتیجے میں کلیۃً آپ کے بوجھ اٹھا لیتا ہے اور توکل کا مضمون کلیۃً کے ساتھ وابستہ ہے۔

توکل کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے جو کچھ کرنا تھا کر لیا لیکن آخری انحصار اے میرے اللہ، اے میرے مولا تجھ پر ہے، بقیہ سب چیزیں کالعدم ہو گئیں، ان کی ذات میں کچھ بھی نہیں ہیں، ان میں ناقص سوچیں بھی ہیں، ناقص خیالات بھی ہیں، بے طاقتی کے اظہار ہیں، بے بسیوں کی کیفیتیں ہیں، ان سب نے ملا کر ہمیں بنایا ہے تو ہم جو کچھ کرنا چاہتے ہیں یا کرتے ہیں، وہ اس لئے کہ تو نے فرمایا ہے ورنہ انحصار ان پر نہیں۔ اس کا نام توکل ہے۔ سب کچھ کرو، ساری محنتیں اٹھاؤ اس راہ میں

سارے دکھ سینچو لیکن توکل اللہ پر۔ اپنی کوششوں پر نہیں۔ فرمایا ان کے توکل کو خدا تعالیٰ اس طرح پورا کرتا ہے کہ محبت کے ساتھ پورا کرتا ہے کسی کا بوجھ اٹھانا ہو تو انسان ویسے بھی ذمہ داری کے خیال سے بوجھ اٹھا لیتا ہے لیکن اگر محبت سے اٹھایا جائے تو اس کی کیفیت ہی اور ہوتی ہے۔ بچوں کو بھی لوگ اٹھاتے ہیں لیکن اگر ان کو اٹھانے میں محبت شامل ہو جائے تو بچہ پہچانتا ہے اس کا مزہ ہی اس کو اور محسوس ہوتا ہے۔ عام آدمی کی گود میں بچہ کچھ اور محسوس کرتا ہے ماں کی گود میں کچھ اور محسوس کرتا ہے۔

پس محبت کے مضمون نے یہ پیغام دے دیا کہ محمد رسول اللہ ﷺ کی طرح اللہ پر توکل کرنا سیکھو پھر دیکھو کس طرح تمہارے سارے بوجھ بڑی محبت اور پیار سے اٹھا لیتا ہے جب خدا کا پیار نصیب ہو جائے جب اس کی محبت کی جھولی میں تم آ جاؤ تو غیر کی مجال کیا ہے جو تمہیں میلی آنکھ سے دیکھ سکے تو خواہ آپ دشمنوں میں گھرے ہوئے ہوں خواہ کیسے ہی مشکل حالات میں آپ نے گزارے کرنے ہوں، یہ یاد رکھیں کہ توکل اللہ پر کریں اور دعائیں کرتے ہوئے ان تقاضوں کو پورا کریں تو کوئی دنیا کی طاقت آپ کی راہ میں حائل نہیں ہو سکتی جس کے حق میں خدا فیصلہ کر دے کہ یہ غالب آئے گا وہ ضرور غالب آ کے رہے گا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو توفیق عطا فرمائے اور مجھے بھی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔